ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

ڈاکٹر تبسم کاشمیری۔۔۔دور حاضر کا ایک منفرد ادبی مورخ

ذکاءاللہ

پی ایچ ڈی اسکالر،لاہور لیڈز یونی ورسٹی،لاہور

ABSTRACT:

In the work of history of Urdu literature, the principles of research and criticism have been presented very little. Most of the historians have made the weak texts and traditions part of their research and labeled themselves as literary historians, but the history Perhaps the writer did not fulfill the right for which such a heavy responsibility was taken. Every historian seems to claim that he has done admirable work in every respect and from every angle. But according to my research in this field, except for a few historians, there are still many opportunities. In fact, after Jameel Jalbi, Dr. Tabsum Kashmiri is one such historian whose literary history has been evaluated on the criteria of quality according to the principles of historiography. From this point of view, there is no reason to call him a unique and modern historian of the history of Urdu literature.

Key worda: Urdu literature, Principles of research and criticism,Historians, Literary historians, Unique, Literary history,Evaluated on the Criteria

قوموں کی زندگی میں تاریخ ایک ایسا آئینہ ہے جس میں اُن کے فکری، سیاسی، معاشرتی اور لسانی عوامل کو دیکھنے کا موقع ملتا ہے۔تاریخ بنیادی طور پر عربی زبان کا لفظ ہے اور اس کا اصل ماخذ لاطینی زبان کا ایک لفظ ’’ہسٹورما‘‘ ہے وہاں سے اس کو انگریزی کے لفظ ’’ ہسٹری‘‘میں تبدیل کر کے شامل کر لیا گیا۔تاریخ کا مطلب ’’وقت ‘‘ ہے۔اصطلاحی طور پر اس کا مفہوم اطلاع، معاملات کی تحقیق اعمال وافعال اور واقعات و حادثات کا ذکر، جسے کسی بھی زمانہ میں مرتب کیا جاسکتا ہے۔تاریخ واقعات کا مجموعہ تو ہو سکتا ہے لیکن ہر واقعہ تاریخ نہیں کہلاتا۔کب، کہاں، کیسے، کیوں سے منسلک تمام سوالات تاریخ سے تعلق رکھتے ہیں۔تاریخ اتنا اہم اور دلچسپ و مفید موضوع ہے کہ اس کے بغیر دُنیا کا ہر علم ادھورا اور نامکمل ہے۔تاریخ فرد کی یادداشت کا گنج ہائے گراں مایہ ہے جس کی بدولت وہ اپنے حال اور مستقبل کے بارے بہترین منصوبہ بندی کر سکتا ہے۔تاریخ ذہن انسان کی یادوں اور واقعات کو محفوظ کر کے اُس کی ان تمام قوتوں جن کا تعلق اِنسانی دماغ سے ہے کا تحفّظ کرتے ہوئے اِنسان کو ایک ایسا راستہ فراہم کرتی ہے جس پر گامزن ہو کر وہ اپنی منزلِ مقصود بآسانی پاسکتا ہے۔تاریخ کا علم بہت پُرانا ہے۔تاریخ کا آغاز اُسی دن سے ہو گیا تھا جس دِن حضرت آدمؑ نے زمین پر پہلا قدم رکھا اِس کی اہمیت و مقصدیت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ خالقِ کل نے اپنی آخری عظیم کتاب میں خود انبیاء علیھم السلام کے واقعات جو کہ تاریخی نوعیت کے ہیں بیان فرمائے ہیں۔جس سے ان کے حالات اور ان کے ادوار کا بخوبی علم ہو جاتا ہے۔

مختلف فکرین تاریخ کے بارے اپنی تحقیق کے مطابق علم تاریخ کی یوں تعریف بیان کرتے ہیں:

کارلائل:

’’تاریخ مختلف سوانح عمریوں کا نچوڑ ہے۔‘‘(1)

برٹرینڈرسل:

’’تاریخ زیادہ تر اس سوال کا جواب فراہم کرتی ہے کہ واقعات کس طرح رُونما ہوئے۔‘‘(2)

شمس الدین محمدن:

’’تاریخ ایک علم ہے اور واقعات کی تحقیق و تفتیش کا نام ہے۔‘‘(3)

پروفیسر ڈبلیو واش:

’’تاریخ کا اصل مقصد ہے لوگوں کو ان کے دور کے کردار سے دوسرے دور کے تقابلی جائزہ کی مدد سے واقف کرانا‘‘(4)

ادبی تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ادبی تاریخ کا آغاز بیسویں صدی عیسوی میں ہُوا۔اِس دَور میں اُردو ادب نے ہر جہت سے ترقی کی۔اس کی تیسری اور چوتھی دہائی میں تخلیق و تنقید کے ساتھ ساتھ تحقیق کے میدان میں بھی کافی بہتری آئی۔ایک بات جو انتہائی قابلِ ذکر ہے کہ اس سلسلہ میں مغربی دُنیا نے اُردو ادب کی تاریخ اور اس کے معیارات کو بھی بہتر بنانے میں کلیدی کردار ادا کیا۔چنانچہ وہ جو ایک سلسلہ تھا کہ تذکرہ نگاروں اور ناقدین کے خیالات و آراء کو آنکھ بند کر کے تسلیم کر لیا جاتا تھا، ختم ہو گیا۔بلکہ کتاب بینی کے رجحان نے اِس طور فروغ پایا کہ وسیع مطالعہ کے بعد ہی تاریخ نویسی کے کارہائے نمایاں کو ادا کرنے کی ریت پیدا ہو گئی۔مختلف نسخوں کو بعد از مطالعۂ عمیق نہ صرف درست اور مستند حقائق تلاش کئے گئے بلکہ از سرِ نو اِن کو تیار کرنے کا جذبۂ شوق پیدا ہوا۔اِس کے خاطر خواہ نتائج برآمد ہوئے جس میں ایک قابلِ ستائش کام یہ ہُوا کہ ادب کو مغربی ذہنی غلامی سے آزادی نصیب ہوئی اور ادبی تاریخ نویسی کا یہ کام معیارات کی روشنی میں پرکھا جانے لگا۔

آبِ حیات کی پہلی اشاعت کا کام ۱۸۰۰ء میں ہوا۔اس سے قبل تذکروں، ملفوظات مکتوبات اور بیاضوں میں اُردو ادب کی تاریخ کے کچھ نقوش ملتے ہیں۔بیسوی صدی میں اُردو ادب کی تاریخ لکھنے کا آغاز گراہم بیل اور رام بابو سکسینہ نے کیا۔گراہم بیل کی تاریخ میں ادبی اسلوب کے بہترین نمونے ملتے ہیں۔اِس کے برعکس رام بابو سکسینہ کی کتاب جو ۱۹۲۹ء میں لکھنؤ سے شائع ہوئی میں تفصیلات سے کام لیا گیا ہے۔چونکہ آبِ حیات کے بعد ایک طویل عرصہ تک کوئی دوسری ادبی تاریخ نہیں لکھی گئی سو اس کے بعد اُردو ادبی تاریخ کا دُوسرا اُرخ رام بابو سکسینہ کی کتاب ”A History of Urdu literature“ کے طور پر سامنے آیا۔۱۹۲۹ء میں مرزا محمد عسکری نے اس کتاب کا ترجمہ اُردو میں کیا جسے تاریخ ادبِ اُردو کے نام سے منسوب کیا گیا۔ڈاکٹر گیان چند لکھتے ہیں:

> ”سکسینہ کی تاریخ جدید انداز کی پُورے ادب کی مثالی تاریخ ہے جو اپنے زمانے میں تو روشنی کا معیار تھی ہی، اب بھی کسی مصنّف، کسی علاقے، کسی دور اور کسی صنف کے بارے میں ابتدائی معلومات حاصل کرنی ہو تو اسے رجوع کرنا پڑتا ہے۔انھوں نے دکن کے ادب نیز بیسویں صدی کے نثری ادب کے بارے میں بہت اچھی طرح لکھا۔(۲)

ڈاکٹر تبسّم کاشمیری جنوری ۱۹۴۰ء کو امرتسر برطانوی ہندوستان میں پیدا ہوئے۔آپ کا اصل نام محمد صالحین ہے۔آپ اُردو ادب کے ممتاز نقاد، محقق، شاعر، ناول نگار اور ادبی مورخ ہیں۔۱۹۶۴ء میں اورینٹل کالج لاہور سے ایم اے کیا۔۱۹۷۳ء میں پی ایچ ڈی کی عملی زندگی کا آغاز کیا۔یونیورسٹی اورینٹل کالج اور اوساکا یونیورسٹی آف فارن سٹڈیز جاپان کے شعبہ اُردو سے وابستہ رہے۔۲۰۰۵ء میں اوساکا یونیورسٹی سے ریٹائر ہوئے۔اسی برس جاپان فاؤنڈیشن نے انہیں ایک خصوصی ایوارڈ دیا۔گزشتہ برسوں میں بطور Aminent Scholar کام کرتے رہے۔آپ ایک ہمہ جہت شخصیت ہیں۔آپ نے تراجم، تنقید، ادبی تاریخ، شاعری اور ناول نگاری میں طبع آزمائی کی ہے۔ہسپانوی شعراء کے کلام کے تراجم کئے ہیں اور جدید جاپانی شعراء پر بھی کام کیا ہے۔شاعری، تحقیق اور تنقید پر آپ کی تقریباً بیس کُتب شائع ہو چکی ہیں۔آپ کی کتاب ”ادبی تحقیق کے اصول“ تحقیقی اصولوں کے بارے میں پاکستان میں شائع ہونے والی منفرد کتاب ہے۔آپ کی دیگر تصانیف میں اُردو ادب کی تاریخ ابتدا سے ۱۸۵۷ء تک، تمثال، جاپان میں اُردو، شعریاتِ اقبال، فسانہ آزاد (ایک تنقیدی جائزہ) لا=راشد، قصبہ کہانی (ناول) نوحے تختِ لہور کے، (شاعری) پرندے، پھول، تالاب (شاعری) بازگشتوں کے پُل پر (شاعری) کاسنی بارش میں دُھوپ (شاعری) ”ادبی تحقیق کے اصول“ اور ترتیب کردہ کُتب میں آبِ حیات اور ”نقدِ سرشار“ شامل ہیں۔

بیسویں صدی میں اگرچہ اُردو ادب کی تاریخ نویسی پر بکثرت کام ہوا تاہم کچھ اچھی معیاری تواریخ منصۂ شہود پر آئیں۔بیسویں صدی میں لکھی جانے والی ادبی تواریخ بیشتر روایتی تکنیک اور اسلوب میں ملتی ہیں۔ڈاکٹر جمیل جالبی کی تاریخ، "تاریخ ادبِ اُردو" سے پہلے تواریخ کو مرتب کرتے وقت ادبی مورخین کے پیشِ نظر مروّجہ تاریخ نویسی کے اصول، تحقیقی و تنقیدی نظریات کے نہیں تھے۔یہی وجہ ہے کہ اِن تواریخ کو ایک مکمل ادبی تاریخ نہیں کہا جا سکتا۔رام بابو سکسینہ کی کتاب ”تاریخ ادب اُردو“ اعجاز حسین کی ”مختصر تاریخِ ادب اُردو“ ڈاکٹر محمد صادق کی ”A history of urdu literature“، ڈاکٹر سلیم اختر کی ”اُردو ادب کی مختصر ترین تاریخ“ حسن اختر ملک کی ” تاریخِ ادب اُردو“ اور ڈاکٹر انور سدید کی ” اُردو ادب کی مختصر تاریخ“ اُردو کی معروف تاریخوں میں شمار ہوتی ہے۔جمیل جالبی کی تاریخ، تاریخ ادبِ اُردو کے بارے مشفق خواجہ نے تسلیم کیا ہے کہ یہ کتاب اس انداز سے رقم کی گئی ہے کہ اسے اُردو ادب کی تاریخ کی پہلی باقاعدہ کتاب کہا جا سکتا ہے۔

اکیسویں صدی کے شروع میں ڈاکٹر تبسم کاشمیری کی تاریخِ اردو ادب کی تاریخ ابتدا سے ۱۸۵۷ء تک ۲۰۰۳ء میں منظرِ عام پر آگئی۔ڈاکٹر جمیل جالبی اور ڈاکٹر تبسّم کاشمیری کی اِن ہر دو تواریخ کا موازنہ کیا جائے تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ یہ دونوں کُتب تاریخ نویسی کے جدید اصولوں کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے ضبطِ تحریر میں لائی گئی ہیں۔جو قارئین کو

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

اُردو ادب کا بہترین نمونہ فراہم کرتی ہیں۔ باوجودیکہ ڈاکٹر تبسّم کاشمیری کی تاریخ جدید تاریخ نویسی کے نظریات وافکار سے ہم آہنگ نظر آتی ہے۔اُن کے مطابق ادبی تاریخ ماضی کی بازیافت ہے اس کا ایک اہم مقصد گزشتہ زمانوں کو زندہ کرنا ہے۔ادبی مورخ ماضی کے اندھیرے منظروں میں سفر کرتا ہے۔خوابیدہ داستانوں کو بیدار کرتا ہے گرد میں دبی ہوئی دستاویزات کو جھاڑتا ہے۔

ادبی مورخ کو حال سے سفر کرتے ہوئے ماضی کے ان زمانوں تک جانا پڑتا ہے ماضی کی بازیافت کے لئے ادبی مورخ کا متخیلہ نہایت تیز ہونا چاہیے اس کا متخیلہ بے جان ماضی میں رُوح ڈال دیتا ہے۔تاریخ کے سفر میں ماضی کے تاریک اندھیروں میں انسان، معاشرے اور تہذیب و ثقافت کے مظاہر میں ادب کی مختلف صورتوں کا جائزہ لیتا ہے جو کہ بے حد مشکل کام ہے۔افراد کے دُھندلے خاکوں، بجھے بجھے مرقعوں اور خوابیدہ ادبی شعور سے ہم کلام ہونا آسان نہیں ہے۔یہ ادبی مورخ کا کڑا امتحان ہے۔کہ وہ کسی کو سمجھنے اور سمجھانے میں کس حد تک کامیاب ہوا ہے۔لہٰذا ایک اچھے ادبی مورخ کے لئے ماضی شناس ہونا بہت ضروری ہے۔ جس قدر وہ ماضی شناسی کی دولت سے مالا مال ہو گا اسی قدر اس کی تاریخ کے اوراق روشن نظر آئیں گے۔یہ ایک طے شدہ حقیقت ہے کہ ادبی مورخ کو اپنے کام میں ایک متوازن روّیہ اختیار کرنا چاہیے۔اِس روّیے کو اپنا کر وہ اپنے کام میں حُسنِ انتخاب کا راستہ اختیار کرتا ہے اور حُسنِ انتخاب سے اس کے ہاں حُسنِ نظر پیدا ہوتا ہے۔یہ حُسنِ نظر ہی ہے جو ادبی تاریخ جیسی خشک شے کو مطالعہ کے قابل بناتا ہے۔

تبسّم کاشمیری کو جب ہم بطور تاریخ نویس دیکھتے ہیں تو ہمیں یہ برملا کہنا پڑتا ہے کہ آپ کی لکھی گئی تاریخ،تاریخ نویسی کے اصول وضوابط کے مطابق ہے۔ہم اسے اُردو کی دوسری باقاعدہ ادبی تاریخ کہہ سکتے ہیں۔ڈاکٹر تبسم کاشمیری زبان وبیان کے بجائے جذباتی، نفسیاتی، سماجی اور دیگر حوالوں میں زیادہ دلچسپی محسوس کرتے ہیں گویا ڈاکٹر تبسم کاشمیری کی تاریخ کا مطالعہ اُردو ادب کا ایک الگ وژن فراہم کرنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔آپ کی تاریخ میں جدید طرزِ تاریخ کے عمدے نمونے دیکھنے کو ملتے ہیں۔کیونکہ آپ نے تاریخ کو وسیع تر تناظر میں دیکھنے کا تجربہ کیا ہے۔اِس ضمن میں سیّد اطہر لکھتے ہیں:

> ”یہ ادبی تاریخ کلاسیکی اور روایتی نظریہ ادبی تاریخ کے بالکل برعکس جدید تاریخ نویسی کے نظریات اور افکار سے ہم آہنگ نظر آتی ہے۔ڈاکٹر تبسم کاشمیری کی ادبی تاریخ کا تعلق اس مکتبہ فکر سے ہے جو ادبی تاریخ کو ایک وسیع تناظر میں دیکھنے کا قائل ہے۔ڈاکٹر تبسم کاشمیری نہ صرف ادبی تاریخ کو وسیع تر تناظر میں دیکھتے ہیں بلکہ وہ ادبی تاریخ کی تعبیر کے لئے جدید علوم جیسے اقتصادیات ، فلسفہ اور نفسیات سے بھی استفادہ کرتے نظر آتے ہیں۔“(۳)

ڈاکٹر تبسّم کاشمیری کے مطابق ادب کی تاریخ اور ادب کی تحقیق میں فرق برابر رکھنا بہت ضروری ہے۔ادبی تاریخ اور ادبی تحقیق کے منصب کو واضح طور پر سمجھنے کی ضرورت ہے۔ہمارے ہاں بیشتر کام کرنے والے اِن شعبوں کے تصّورات کو خلط ملط کر دیتے ہیں۔مسئلہ یہ ہے کہ ادبی مورخین کا ایک گروہ تحقیقی حقائق کی دریافت اور کھوج کو ہی ادبی تاریخ سمجھتا ہے۔اس لئے ان مورخین کی تواریخ میں تحقیقی حقائق ہی پر تمام توجہ مرکوز کر دی گئی ہے۔مختلف شاعروں اور ادیبوں کے حالات و واقعات پر بہت محنت کی گئی ہے۔مختلف ادبی ادوار کے متعلق نئی معلومات کا حصول ممکن ہو سکا ہے اور بہت سے تاریخی خلا پُر کئے جا سکے ہیں۔ایسی تواریخ سے بلاشبہ تاریخِ ادب سے متعلق بہت سا خام مواد سامنے آجاتا ہے مگر ان تمام محاسن کے باوجود ان تاریخوں میں تاریخیت کا عنصر غائب ملتا ہے یا بہت کمزور رہ جاتا ہے۔ادبی تاریخ کے تدریجی عمل کی عدم موجودگی کے باعث ان تواریخ میں ادبی تاریخ کے تقاضے پورے نہیں ہو پاتے اِس لئے اُردو ادب کی ایسی تاریخیں،تاریخ نہیں بن پاتیں بلکہ وہ تاریخ کی دہلیز پر کھڑی رہتی ہیں۔

ڈاکٹر تبسّم کاشمیری کے مطابق ادب کی تاریخ میں پیش کئے جانے والے حقائق کی حیثیت خام مواد کی سی ہے۔یہ ادبی تاریخ نہیں ہے۔واقعات و حقائق مورخ کے لئے خام مال کی حیثیت رکھتے ہیں جنہیں استعمال کر کے پہلے وہ ادبی تاریخ کا خاکہ تیار کرتا ہے اور پھر اس خاکہ میں اپنے وژن اور مقصدیت سے رنگ آمیزی کر کے تاریخ نگاری کا عمل سر انجام دیتا ہے۔ڈاکٹر تبسّم کاشمیری بطور تاریخ نویس اس بات پر کامل یقین رکھتے ہیں اور اُن کا اپنا طرزِ تاریخ بھی یہی ہے کہ ادبی مورخ کا کام صرف واقعات اور حقائق تک محدود نہیں ہے وہ واقعات سے آگے بڑھ کر ایک اور اہم فریضہ انجام دیتا ہے۔واقعات و حقائق اور تاریخ کے مطالعہ سے وہ ادبی تاریخ کے کسی دور، رجحان، نظریے کا کسی شخصیت کے بارے میں ایک وژن مہیا کرتا ہے۔ادب کی تاریخ کو جو قوت ادبی تاریخ بناتی ہے وہ ادبی مورخ کا وژن ہے۔تاریخ کے خاموش، گم نام اور تاریک گوشوں کو اس کی ذہنی بصیرت روشن کر دیتی ہے۔بکھرے ہوئے مواد اور غیر مرتب تصّورات کو ایک مربوط معنیٰ دے کر وہ کسی عہد کو بامعنیٰ بنا دیتا ہے۔وہ چیزیں جو پہلے محسوس نہ ہوتی تھیں اب ہمیں محسوس ہونے لگتی ہیں۔ادبی مورخ کے مشاہدے کے ذریعے ہم سیاسی تاریخ کی دھڑکنیں سُننے لگتے ہیں اور تاریخ کا منظر نامہ متحرک ہو کر سامنے سے گزرنے لگتا ہے اور بالآخر ہم اس عہد

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

کی عصری حساسیّت کا مشاہدہ کرنے لگتے ہیں مگر یہ سب کچھ ادبی مورخ کے ہمہ گیر علم ہی سے ممکن ہو سکتا ہے۔ فلسفہ، نفسیات، دیومالا، سیاست، تہذیب اور ثقافت میں غواصی کے بعد ہی یہ ممکن ہے کہ ادبی مورخ ہمیں کسی عہد کے وژن سے آشنا کرے۔

ڈاکٹر تبسّم کاشمیری کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو یوں محسوس ہوتا ہے انہوں نے اپنی متخیلہ سے کام لیتے ہوئے اُردو ادب کی تاریخ کو تاریخ سے زیادہ ایک داستان کی مانند تحریر کیا ہے۔ اس تاریخ کا اسلوب نگارش اور زبان و بیان تخلیقی یعنی داستانوی اندازِ بیان سے جاملتا ہے۔ ڈاکٹر تبسّم کاشمیری نے اپنے متخیلہ سے کام لیتے ہوئے تاریخی شخصیات کو تاریخ کے اوراق پر ادبی کردار بنا کر پیش کیا ہے۔ انہوں نے اُردو ادب کی تاریخ کی نامور شخصیات کے دھڑکتے ہوئے دِلوں اور سانس لیتے ہوئے وجودوں کے باطن میں جھانک کر ان کے رنج و غم کی المناک تاریخ بھی رقم کر دی ہے۔ ڈاکٹر تبسّم کاشمیری کے مطابق اکیسویں صدی کے آغاز میں تاریخ کے اِس حوالہ سے ادبی تاریخ پر بھی غور و فکر کی ضرورت ہے۔ اس دور میں ادبی تاریخ کے پُرانے تصوّرات کو رد کرتے ہوئے ایک نیا نظریہ تشکیل دینے کی ضرورت ہے۔ ہمیں ادبی تاریخ کا ایسا تصوّر وضع کرنا چاہیے جو ادب اور ادب سے متعلقہ علوم کے حوالوں سے ادبی تاریخ کا جائزہ لے۔ اس ضمن میں ڈاکٹر خادم چندرائے نے ڈاکٹر تبسّم کاشمیری کی کتاب اُردو ادب کی تاریخ؛ ابتدا سے ۱۸۵۷ء تک کا موازنہ دیگر ادبی تاریخوں کے ساتھ کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> " اِس سے پہلے جتنی بھی تاریخِ ادب پر کتابیں لکھی گئی ہیں اِن میں کسی قدر جھول پایا جاتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ڈاکٹر جمیل جالبی کی کتاب تاریخِ ادب اُردو کے علاوہ کوئی کتاب ادبی تاریخ کا مکمل احاطہ نہیں کر سکی۔ ڈاکٹر جمیل جالبی کے بعد ڈاکٹر تبسّم کاشمیری ہی وہ واحد نام ہے جس نے ادبی تاریخ کو جدید تصوّرات سے روشناس کیا۔ ڈاکٹر تبسّم کاشمیری نے اپنے تحقیقی مزاج، وسیع مطالعہ، تاریخی شعور اور تنقیدی بصیرت کے ذریعے ادبی تاریخ کے نئے تصوّر تشکیل دیئے ہیں۔ ان میں سماجی علوم، اقتصادیات، دیومالا، سیاسی تاریخ، تہذیبی و ثقافتی عوامل، فلسفہ، نفسیات، لسانیات تحقیق اور امتزاجی تنقید شامل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ڈاکٹر تبسّم کاشمیری کی تاریخ میں انفرادیت پائی جاتی ہے۔"(۴)

ڈاکٹر تبسّم کاشمیری نے اپنی تاریخ ادب کی کتاب میں انیسویں باب تک اُردو ادب کے ابتدائی ادوار سے لے کر ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی تک شاعری اور نثر کے جائزے میں یکسانیت اختیار کی ہے۔ ڈاکٹر تبسّم کاشمیری نے ابواب بندی کے سلسلہ میں شاعری اور نثر میں بلا تفریق زبانی ترتیب کو پیشِ نظر رکھا ہے تاکہ ادب کی کلیّت برقرار رہے۔

ڈاکٹر تبسّم کاشمیری نے تاریخ نویسی میں جو طریقِ کار اختیار کیا ہے اُس سے ہر دَور کی شاعری اور نثر کو اس دور کے سیاسی و سماجی پیش منظر میں سمجھنے کا موقع ملنے کے ساتھ ساتھ ہر دور کی مکمل ادبی شناخت کی نشاندہی بھی ہوتی ہے۔ تبسّم کاشمیری نے بطور تاریخ نویس ۳۵۸ اُردو کُتب اور ۸۴ انگریزی کُتب سے استفادہ کیا ہے۔ ان میں بہت سی ایسی کُتب بھی ہیں جو نئے ماخذ کا درجہ رکھتی ہیں۔ اُن کی تاریخ نویسی کا یہ معیار ہے کہ وہ بے سُود اور غیر ضروری باتوں سے گریزاں تمام ادبی ادوار کی تاریخ لکھنے میں سرخرو ہوئے۔ وہ ثانوی ماخذات کے بجائے اصل متن تک پہنچنے کی عادت سے سرشار ہیں۔ ان کے اس طرزِ تاریخ سے تحقیقی دیانتداری کے ساتھ ساتھ نتائج کے استخراج میں بھی جدّت پیدا ہوئی۔ بقول ڈاکٹر تبسّم کاشمیری:

> "میرے نزدیک ایک اچھی ادبی تاریخ وہی ہے جو آرٹ فارم تک جا پہنچتی ہے۔ ادبی تاریخ کو آرٹ فارم بنا دینا اور جراحی کو آرٹ فارم بنانے میں جس چیز کا دخل ہے وہ کسی فرد کی مخصوص فنی صلاحیت کا مظاہرہ ہے"۔(۵)

میری تحقیق میں ڈاکٹر تبسم کاشمیری بطور ادبی تاریخ نویس ایسے مورخ ہیں جنہوں نے ادب کے جدید تصورات اور معیارات کو از سر نو تشکیل دیا۔ تاریخ سازی میں در آئے بے بنیاد بہت سارے نظریات و تصورات کو رد کیا اور دلائل کے ساتھ ان کو غلط ثابت کیا۔ ان کی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہوئے قاری پر کسی قسم کا بوجھ نہیں ہوتا بلکہ واقعات میں تسلسل دکھائی دیتا ہے۔ کُلیت کا احساس زور پکڑتا ہے۔ اسلوب انتہائی منفرد اور قابل ستائش ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ڈاکٹر تبسم کاشمیری نے بطور ایک تاریخ نویس اعلی شعور، تنقیدی بصیرت اور واقعہ نگاری کے فن سے بہترین مہارت کے ساتھ اپنی تاریخ نویسی کو انتہائی دل پذیر اور معنی خیز بنا دیا ہے۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

حوالہ جات

1۔ دائرۃ المعارف،انٹرنیٹ
2۔ ایضاً،
3۔ ایضاً،
4۔ ایضاً،
5۔ گیان،۲۰۱۵ء ص:۹۱۳
6۔ سید اطہر علی،"ڈاکٹر تبسم کاشمیری"کی "اردو ادب کی تاریخ"کا تکنیکی مطالعہ؛معیار،شمارہ ۷،اسلام آباد
7۔ ڈاکٹر خادم حسین رائے،اردو نوٹس ڈاٹ کام،انٹرنیٹ
8۔ تبسم کاشمیری،"ابتداء سے ۱۸۵۷ء تک"،لاہور،سنگ میل پبلیکیشنز،۲۰۱۶ء،ص:۹۲